محمد اسلم نجمی

سیرت النبی

[علامہ ابن کثیر کی کتاب ''سیرت النبی'' سے ماخوذ]

(۲)

قصۂ سبا

قرآن مجید میں سبا کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

> ''اور اہل سبا[۸] کے لیے بھی، ان کے مسکن میں بہت بڑی نشانی موجود تھی۔ دہنے بائیں، دونوں جانب باغوں کی دو قطاریں ــــــ اپنے رب کے بخشے ہوئے رزق سے متمتع ہو اور اس کے شکر گزار رہو! زمین شاداب و زرخیز اور پروردگار بخشنے والا ہے تو انھوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیج دیا اور ان کے باغوں کو دو ایسے باغوں سے بدل دیا جن میں بدمزہ پھل والے درخت اور جھاؤ اور بیری کی جھاڑیاں رہ گئیں۔ یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ دیا اور ہم برا بدلہ ناسپاسوں ہی کو دیا کرتے ہیں۔
>
> اور ہم نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان، جن میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں، سر راہ بستیاں بھی آباد کیں اور ان کے درمیان سفر کی منزلیں ٹھہرا دیں۔ ان میں رات دن بے خوف و خطر سفر کرو! پس انھوں نے کہا: اے رب، ہمارے سفروں میں دوری پیدا کر دے اور انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے تو ہم نے ان کو افسانۂ پارینہ بنا دیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر چھوڑا۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کے لیے۔'' (سبا ۳۴: ۱۵-۱۹)[۹]

محمد بن اسحٰق سمیت بہت سے علماے انساب کا کہنا ہے کہ سبا کا پورا نام عبد شمس[۱۰] بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ انھوں نے سبا کے نام کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ عربوں میں پہلا شخص تھا جس نے لوگوں کو قیدی بنایا (عربی میں سبي کا لفظ قیدی کے لیے استعمال ہوتا ہے) اس لیے اس کا نام سبا پڑ گیا۔ اور اسے رائش کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اس نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ عربی میں رائش کا لفظ ایسے شخص کے

لیے استعمال ہوتا ہے جو لوگوں میں بے دریغ اپنا مال لٹاتا ہو۔ سہیلی کی رائے میں اس کے اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ پہلا بادشاہ ہے جس کی تاج پوشی ہوئی۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ دین ابراہیمی کا پیرو ہونے کے باعث وہ اصلاً مسلمان تھا۔ بعض کتابوں میں اس کے ایسے اشعار نقل ہوئے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت کا بیان ہے۔ ان میں سے کچھ اشعار کا مفہوم یہ ہے:

ہمارے بعد ایک نبی ایک عظیم مملکت کا حکمران بنے گا جو حدود حرم میں کسی گناہ کی اجازت نہ دے گا۔ اس کے بعد، اس کے پیروکاروں میں سے بہت سے حکمران ہوں گے جو قتل و غارت کے بغیر لوگوں کو اپنا مطیع بنائیں گے۔ پھر ان کے بعد ہم میں سے بادشاہ ہوں گے، اور ہمارے درمیان میں ملک تقسیم ہو جائے گا۔ قحطان کے بعد وہ نبی حکمران ہوگا۔ وہ پرہیزگار، کشادہ دل، منکسر المزاج اور مخلوق میں سب سے بہتر ہوگا۔ اس کا نام احمد ہوگا، کاش میں اس کی بعثت کے بعد کچھ سال زندہ رہتا۔ تو میں اس کا مددگار بنتا اور (اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر) ہتھیار بند ہو کر ماہر تیر انداز کی حیثیت سے اس کی حفاظت کرتا۔ جب وہ آ جائے تو تم اس کے مددگار بننا اور تم میں سے جو اسے ملے، وہ اسے میرا اسلام کہے۔”

ان کے یہ اشعار ابن دحیہ نے ”التنویر فی مولد البشیر والنذیر“ میں نقل کیے ہیں۔

امام احمد نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سبا کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے؟ یہ کسی آدمی کا نام ہے، کوئی عورت ہے، یا یہ لفظ کسی جگہ کے نام کے طور پر استعمال ہوتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ نہ عورت ہے، نہ کوئی جگہ ہے، بلکہ یہ ایک آدمی کا نام ہے جس کے دس بیٹے تھے، ان میں سے چھ یمن میں بس گئے تھے اور چار شام میں آباد ہوئے۔ مذحج، کندہ، ازد، اشعری، انمار اور حمیر یمنی تھے، جبکہ شام میں آباد ہونے والوں میں لخم، جذام، عاملۃ اور غسان شامل ہیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں ہم نے اپنی تفسیر ”تفسیر القرآن العظیم“ میں بیان کیا ہے کہ سائل کا نام فروہ بن مسیک الغطفی تھا۔ ہم نے وہاں اس حدیث کے تمام طرق اور پورے الفاظ نقل کر دیے ہیں[١١]۔

اس ساری بحث کا مقصود یہ بتانا ہے کہ سبا میں یہ سارے قبائل شامل ہیں۔ یمن کے رہنے والے تبابعہ کا شمار بھی انھی میں ہوتا ہے۔ تبابعہ تبع کی جمع ہے۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ تبع ایک خاص قسم کے تاج کو کہتے ہیں اور ان کے بادشاہ تخت حکومت پر براجمان ہوتے وقت یہ تاج پہنا کرتے تھے، اس لیے اس تاج کی رعایت سے ان کا لقب تبع پڑ گیا۔ اسی طرح کی تاج پوشی ایران کے اکاسرہ[١٢] یعنی شاہان فارس کا بھی دستور تھا۔ عرب ہر اس بادشاہ کو تبع کہتے تھے جو یمن، شحر اور حضر موت کا حکمران ہوتا تھا، یہ ایسے ہی تھا جیسے وہ شام اور الجزیرہ کے فرماں روا کو قیصر کے نام سے پکارتے تھے۔ اسی طرح وہ ملوک فارس کو کسریٰ، مصر کے بادشاہوں کو فرعون، حبشہ کے حکمران کو نجاشی اور ہند کے بادشاہ کو بطلیموس کہتے تھے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور کی ملکہ بلقیس کا شمار بھی یمنی حکمرانوں میں ہوتا تھا۔

قوم سبا کے لوگ بڑی قابل رشک زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے ہاں دولت کی ریل پیل اور پھلوں کی کثرت تھی۔ ان کے کھیت نہایت وسیع و عریض اور سرسبز و شاداب تھے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ قوم سبا کے لوگ محنتی اور مستقل مزاج تھے۔ وہ صراط مستقیم پر گام زن اور رشد و ہدایت پر قائم تھے، لیکن جب انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی، کفر کا راستہ اختیار کیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر ـــــ جہنم ـــــ میں لا اتارا تو ان پر اللہ کی لعنت ہوئی۔ وہ سب نعمتوں سے محروم کر دیے گئے اور آخرت میں خدا کے غضب کے مستحق قرار پائے۔

محمد بن اسحٰق نے وہب بن منبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں تیرہ نبی بھیجے، جب کہ سدی کی روایت ہے کہ ان میں بارہ ہزار انبیا مبعوث ہوئے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ یہ لوگ رشد و ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کے راستے پر چل نکلے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کر کے سورج کی پرستش کرنے لگے۔ گمراہی کا پہلے سے جاری یہ سلسلہ ملکہ بلقیس[۱۳] کے دور میں بھی قائم رہا۔ قوم سبا کے لوگ گمراہی اور نافرمانی کی اس روش پر بڑی بے باکی سے قائم رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر عرم[۱۴] کا سیلاب بھیجا۔

سلف و خلف میں سے بے شمار مفسرین اور بہت سے دوسرے اہل علم نے بیان کیا ہے کہ سد مأرب دو پہاڑوں کے درمیان میں سے بہنے والے پانی کو روک کر بنایا گیا تھا۔ یہ بند قدیم زمانے میں تعمیر ہوا۔ بند بنانے والوں نے بڑے بڑے ستون بنائے اور اسے نہایت محکم اور مضبوط بنیادوں پر استوار کیا، یہاں تک کہ (اس بند کے باعث) پانی کی سطح بلند ہو گئی۔ اس طرح اس کے پانیوں کی رسائی پہاڑوں کے اوپر کی زمین تک ہو گئی۔ انھوں نے اس بند کے دونوں اطراف میں باغات اور پھل دار درخت لگا دیے اور پانی کی نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ وسیع رقبے پر کھیتی باڑی کرنے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ پہلے پہل شخص جس نے اس بند کی بنیاد رکھی وہ سبا بن یعرب تھا۔ اس نے ستر وادیوں کے پانی کا بہاؤ اس طرف کو موڑا تھا اور اس کے بیس در بنائے تھے جن میں سے پانی خارج ہوتا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں اس بند کی تعمیر مکمل نہ کر سکا اور مر گیا۔ اس کے بعد حمیر نے اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ یہ بند ایک مربع فرسخ[۱۵] کے علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔

مأرب کے باشندوں کے ہاں رزق کی فراوانی تھی، وہ نہایت پر آسایش زندگی گزار رہے تھے اور ان کا دور نہایت خوش حالی کا دور تھا۔ ان کے باغات کی زرخیزی اور شادابی کا عالم بیان کرتے ہوئے قتادہ روایت کرتے ہیں کہ کوئی عورت اگر خالی ٹوکری سر پر رکھے باغ میں سے گزرتی تو وہ ٹوکری پھلوں سے، ان کے انتہائی پکے ہوئے اور کثیر مقدار میں ہونے کے باعث ہاتھوں سے توڑے بغیر، ان کے خود بخود گرنے سے بھر جاتی تھی۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آب و ہوا کے انتہائی صاف اور ماحول کے نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا ہونے کے باعث ان کے علاقے میں مکھی، مچھر اور دوسرے حشرات نام کو نہ تھے۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اور یاد کرو جب تمھارے رب نے آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزار رہے تو میں تمھیں بڑھاؤں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بھی بڑا سخت ہوگا۔''[۱۶]

وہ جب اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کرنے لگے اور انھوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اپنی بستیوں میں سہولتوں اور سامان زندگی کی فراوانی، باغوں کی دل آویز فضاؤں اور پر امن راستوں کی دستیابی کے باوجود اس بات کی خواہش کرنے لگے کہ انھیں دور دراز کے سفر درپیش ہوں اور مزید یہ کہ وہ سفر پر مشقت اور تھکا دینے والے ہوں۔ گویا وہ یہ چاہتے تھے کہ اعلیٰ اور عمدہ سہولیات کو ادنیٰ اور گھٹیا چیزوں سے بدل دیں۔ یہ ایسی ہی خواہش تھی جیسے بنی اسرائیل نے من و سلویٰ کے عوض میں سبزیاں، ککڑیاں، لہسن، مسور اور پیاز مانگے تھے۔ سو ان کی اس ناسپاسی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ بے مثال نعمتیں چھین لیں اور انھیں اپنی بے پایاں رحمت کے سایے سے محروم کر دیا۔ ان کے شہر برباد ہو گئے اور وہ پراگندہ حالی میں منتشر ہو گئے۔

حواشی

۸۔ سبا کا علاقہ یمن میں ہے۔ مأرب اسی کا شہر ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس علاقے کا یہ نام اس لیے پڑا کہ یہاں پہلے پہل سبا بن یشجب بن قحطان کی اولاد آباد ہوئی تھی۔

۹۔ یہ آیات سورۂ سبا میں جس پیرے میں وارد ہوئی ہیں، اس میں قریش کے متمردین کے سامنے دو مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک مثال حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی ہے جب کہ دوسری مثال قوم سبا کی پیش کی گئی ہے۔ یہ مثالیں پیش کر کے بنی اسمٰعیل کے منکرین کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ ان کے سامنے دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں: وہ چاہیں تو پیغمبروں کی طرح خدا کے شکر گزار اور اطاعت شعار بندے بن کر آخرت میں جنت کے حق دار بن جائیں، اور یا پھر قوم سبا کی طرح عالم کے پروردگار سے بے پروائی اور سرکشی کا راستہ اختیار کر کے اس کے قہر کو دعوت دیں۔

سورۂ سبا میں یہ پیرا آیات ۱۰ تا ۲۱ پر مشتمل ہے۔

۱۰۔ عبد شمس نامی یہ شخص، جیسا کہ اس کے نسب سے ظاہر ہے، قوم سبا کا جد اعلیٰ ہے۔ قحطانیوں اور عدنانیوں کے جد امجد کا نام بھی عبد شمس ہے۔

قحطان کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

قحطان بن عابر بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح۔

قحطانی عبد شمس حمیری ہے۔ اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

عبد شمس بن وائل بن قطن۔

عدنانی عبد شمس کا شجرۂ نسب یہ ہے:

عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

اس سلسلۂ نسب کا تعلق قریش سے ہے۔ عبدشمس کی اولاد میں سے جن کے نام تاریخ و اعلام کی کتابوں میں ملتے ہیں، ان میں امیہ، حبیب، عبدامیہ، نوفل، ربیعہ، عبدالعزیٰ اور عبداللہ وغیرہ شامل ہیں۔ ابن حبیب کی تحقیق کے مطابق عبدشمس اصحاب ایلاف میں سے ہیں۔ ان کی وفات مکہ میں ہوئی۔

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عدنان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ اہل حجاز کے بہت سے عرفا اور شرفا کا سلسلۂ نسب انھی سے ملتا ہے۔ اس کا ایک بیٹا معد تھا۔ اس سے نزار پیدا ہوا، اور اس کے آگے دو بیٹے مضر اور ربیعہ تھے۔ عرب کے اکثر قبائل نزار کے انھی دو بیٹوں سے آگے پھیلے۔ بنو اسد، بنو عبدالقیس، بنو عنزۃ، بنو بکر، بنو تغلب، بنو وائل وغیرہ بنو ربیعہ کی نسل سے ہیں۔ بنو مضر شروع میں دو بڑے قبیلوں بنو قیس اور بنو الیاس میں منقسم ہوئے۔ بنو غطفان، بنو سلیم، بنو قیس کی اولاد سے ہیں۔ بنو غطفان آگے بنو غیض، بنو عبس، بنو ذبیان میں تقسیم ہوئے۔ ان میں سے بنو سلیم سے ہبشہ اور ہوازن کے قبیلوں نے جنم لیا۔ اسی طرح بنو تمیم، بنو ھذیل، بنو اسد اور بنو کنانہ کی نسبت بنو الیاس کی طرف کی جاتی ہے۔ قریش بنو کنانہ سے ہیں۔ قریش آگے بنو جمع، بنو سہم، بنو عدی، بنو مخزوم، بنو تیم، بنو زہرہ بنو عبدالدار، بنو اسد بن عبدالعزیٰ اور بنو عبد مناف میں تقسیم ہو گئے۔ عبدشمس، نوفل، مطلب، اور ہاشم عبد مناف کی اولاد ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو عباس ہاشم کی اولاد سے ہیں۔ اور بنو امیہ عبدشمس کی اولاد ہیں۔

عدنان کی ساری اولاد حجاز، نجد، تہامہ، عراق اور یمن کے علاقوں میں آباد ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سلسلۂ نسب کو عدنان تک ہی ثابت قرار دیتے تھے۔

۱۱۔ تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۳۰۔ مطبوعہ امجد اکیڈمی، لاہور۔

۱۲۔ اکاسرہ کسریٰ کی جمع ہے۔

۱۳۔ ملکہ بلقیس کا تعلق ملک یمن سے ہے۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۶۵ تا ۹۲۶ قبل مسیح) کی ہم عصر تھیں۔

اس کی سلطنت پر یمن ہی کے ایک علاقے غمدان کے حکمران عمرو بن ابرھہ (ذوالازعار) نے چڑھائی کی، ملکہ بلقیس کی سپاہ نے انھیں شکست دی۔ اس کے بعد اس نے ایک اعرابی کا بھیس بدل کر احقاف کی طرف کوچ کیا۔ اسے ذوالازعار کے لوگوں نے گھیر لیا، اسے اطاعت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور نشے میں چور ہو کر اس کے ساتھ بیہودگی کا مظاہرہ کیا۔ اس جسارت پر اس نے ان لوگوں کے ساتھ ذوالازعار کو قتل کر کے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اس طرح پورے یمن پر اس کی عمل داری قائم ہو گئی اور حمیر کے سارے سردار اس کے مطیع بن گئے۔ یہاں سے فارغ ہو کر اس نے اپنے لشکر قاہرہ کے ساتھ بابل اور فارس پر چڑھائی کی۔ وہاں کے لوگوں نے مزاحمت کیے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ ان مہمات سے فارغ ہو کر وہ واپس لوٹی اور مقام سبا کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ یہی وہ وقت تھا جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت قائم ہوئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اہل یمن کو خدا کے سچے دین کی دعوت دینے کے لیے نکلے۔ یہ لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے۔ آپ جب سبا پہنچے تو ملکہ بلقیس نے اپنے خدم وحشم کے ساتھ ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس نے خدا کے پیغمبر کی دعوت قبول کر لی اور مسلمان ہو گئی۔ اس کے اسلام لانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کر لی۔ ملکہ بلقیس کی آپ کے ساتھ رفاقت کا عرصہ کم وبیش آٹھ سال اور کچھ مہینوں پر محیط ہے۔ شادی کے بعد وہ حضرت سلیمان کے ساتھ ان کے دارالحکومت تدمر منتقل ہو گئی اور وفات کے بعد اسے

تدمر ہی میں دفن کیا گیا۔

اس کا تابوت اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں دریافت ہوا۔ جب اس کے تابوت کا ڈھکنا اٹھایا گیا تو انکشاف ہوا کہ اس کی لاش بالکل تر و تازہ ہے اور اس کے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے۔ اسے ولید کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے حکم دیا کہ تابوت اسی جگہ دفن کر دیا جائے جہاں سے اسے نکالا گیا تھا اور اس پر قبہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

۱۴۔ عرم کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ قوم سبا کی وادی کا نام ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عرم دراصل ایک خاص قسم کے چوہے کو کہتے ہیں۔ یہی چوہا تھا جس نے سد مأرب میں اپنے بل بنائے، جن کی وجہ سے یہ بند تباہ ہوا۔

۱۵۔ ایک فرسخ بارہ ہزار مربع گز یا تقریباً ۸ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

۱۷۔ ابراھیم ۱۴: ۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے فرعونیوں کے پنجۂ ستم سے نجات پانے کے بعد بنی اسرائیل کو یہ خدا کی نصیحت ہے کہ وہ اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کریں اور اس کے شکر گزار بندے بن کر رہیں۔ انھوں نے اگر ناشکری کا رویہ اختیار کیا تو وہ سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

قرآن میں اس یاددہانی کا مقصد اس دور کے یہود کو متنبہ کرنا ہے جو اسلام کی مخالفت میں اندھے ہو کر اپنا سارا وزن مشرکین بنی اسمٰعیل کے پلڑے میں ڈال رہے تھے اور ملت ابراہیمی کی تعلیمات کو فراموش کر چکے تھے۔

[باقی]